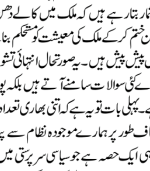

یوروپی یونین کی اب کون اور کیوں سنے گا؟

صبیح احمد

دستک

غزہ میں بین الاقوامی قوانین کی خلاف ورزیوں کے لیے اسرائیل کو جوابدہ ٹھہرانے میں یوروپی یونین کی ناکامی نے بین الاقوامی قوانین، جمہوریت اور انسانی حقوق کی اقدار کا محافظ ہونے کے ان کے دعوؤں کی پول کھول کر رکھ دی ہے۔ دنیا کے جنوبی خطہ کی جانب سے یوروپ پر دوہرے معیار اپنانے کے الزامات سخت اور تیزی سے سامنے آرہے ہیں کیونکہ جہاں اسرائیل کے ذریعہ غزہ کی تباہی کے خلاف آواز بلند کرنے میں ہچکچاہٹ محسوس کی جارہی ہے، وہیں یوکرین پر روسی حملے کی یوروپ کی جانب سے واضح مذمت کی جارہی ہے۔ صورتحال یہاں تک پہنچ گئی ہے کہ اب اگر مغربی ملکوں کے سیاست داں بین الاقوامی قوانین پر اصرار کریں گے یا بات کریں گے تو کرۂ ارض کے جنوبی حصے میں کوئی بھی آدمی شاذ و نادر ہی ان کی باتوں کو سننے کے لیے تیار ہوگا۔ اس طرح کا تاثر عام ہوتا جارہا ہے جو برسیلس کے لیے انتہائی تشویش کا باعث ہے۔

غزہ میں اسرائیل کی بے لگام درندگی کی مذمت کرنے میں یوروپ کی اجتماعی ناکامی نے حالات کو مزید سنگین بنا دیا ہے۔ یوروپی یونین اسرائیل کا سب سے بڑا تجارتی شراکت دار ہے، لیکن یوروپی یونین-اسرائیل تجارتی معاہدے کی معطلی کے انسانی حقوق کے گروپوں کی جانب سے کیے گئے مطالبات کا کوئی جواب نہیں دیا گیا ہے، حالانکہ اس میں ایسی شق موجود ہے جو اس طرح کی کارروائی کی اجازت دے گی۔ یوروپی یونین کے ممالک نیتن یاہو کی حکومت کو اس کے باوجود اسلحہ کی فروخت جاری رکھے ہوئے ہیں کہ اس کی فوج کی بمباریوں نے پورے پورے خاندانوں، کمیونٹیز، اسپتالوں اور یونیورسٹیوں کو تباہ کر دیا ہے اور بھوک سے بچنے کے لیے ہنگامی خوراک کی امداد پہنچانے والے انسانی ہمدردی کے کارکنوں تک کو ہلاک کر دیا ہے۔ یہ دوغلا پن نہیں تو اور کیا ہے کہ 7 اکتوبر کے حماس کے حملے کو اشتعال انگیزی سے تعبیر کرتے ہوئے غزہ پر اسرائیلی حملے کے حق میں جواز پیش کیے جارہے تھے لیکن ایرانی سفارت خانہ پر یکم اپریل کے اسرائیلی حملے کے حوالے سے عالمی رائے عامہ بالکل مختلف نظر آ رہی ہے۔

اسرائیل کو تو اپنے دفاع کا مکمل حق حاصل تھا لیکن ایران کو یہ حق حاصل نہیں، آخر کیوں؟ بلکہ اسرائیلی ٹھکانوں پر ایران کے 13 اپریل کے حملے کو جارحیت قرار دینے پر پورا زور صرف کیا جارہا ہے۔ صدر بائیڈن نے تو اس حملے کے بعد اسرائیل کے لیے غیر معمولی امداد کی تجویز پیش کردی ہے۔

اسرائیل نے غزہ کو موت، مصائب اور بھوک کے انکلیو میں تبدیل کر کے رکھ دیا ہے۔ لیکن یہ ابھی تک اپنے کسی بھی مقصد کو پورا کرنے سے بہت دور ہے، جس میں حماس کا 'خاتمہ' اور یرغمالیوں کی رہائی شامل ہے۔ 7 اکتوبر کو بین الاقوامی رائے عامہ اگر کسی حد تک اسرائیل کے حق میں تھی تو آج وہی رائے عامہ اس کے خلاف ہے اور اس کے جنگی طرز عمل کے خلاف غصے کی ایک لہر ہے۔

جنوبی افریقہ فلسطینیوں کے خلاف نسل پرستی کا الزام لگاتے ہوئے اسرائیل کو گھسیٹتے ہوئے عالمی عدالت انصاف میں لے گیا۔ وہیں برازیل کے صدر لولا ڈی سلوا نے یہ کہتے ہوئے کوئی جھجھک محسوس نہیں کہ اسرائیل نسل کشی کر رہا ہے۔ کئی مغربی شہروں میں بڑے پیمانے پر مظاہرے دیکھنے میں آرہے ہیں لیکن ان کی حکومتیں خاموش تماشائی بنی ہوئی ہیں۔ عالمی غم و غصے کے باوجود وزیراعظم نیتن یاہو اور ان کی کابینہ کے ساتھی بنیادی طور پر امریکہ اور مغرب کی حمایت کی وجہ سے کسی حقیقی نتائج کا سامنا کیے بغیر جنگ جاری رکھنے پر مصر ہیں۔ بائیڈن انتظامیہ نے غزہ میں جنگ بندی کا مطالبہ کرنے والی اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل کی قراردادوں کو بار بار ویٹو کیا ہے اور دوسری جانب اسرائیل کو ہتھیاروں کی فراہمی مسلسل جاری ہے۔

وقت کا تقاضا ہے کہ یوروپی یونین کو خارجہ پالیسی کی ایک سپر پاور کی طرح کام کرنا شروع کر دینا چاہیے، نہ صرف امریکہ سے آزاد ہو کر بلکہ اگر ضرورت پڑے تو اس کا ہاتھ مروڑنے سے بھی گریز نہیں کرنا چاہیے۔ غزہ میں امریکہ خوفناک کھیل میں مصروف ہے۔ یوروپی یونین آزادانہ طور پر کام کرنے کی صلاحیت رکھتی ہے اور بائیڈن انتظامیہ کو ایک ایسی حکمت عملی کو تبدیل کرنے پر مجبور کرسکتی ہے جو شہریوں کی زندگیوں کے تحفظ میں مکمل طور پر ناکام رہی ہے۔ یوروپی یونین کو اب اسے روکنے اور جنگ کو ختم کرنے کے لیے اپنا حصہ عوامی طور پر میز پر رکھنا چاہیے۔ اگر ضرورت پڑی تو اتفاق رائے کی ممکنہ غیر موجودگی میں انفرادی طور پر یوروپی ممالک کو مربوط طریقے سے کام کرنا چاہیے۔ سوال یہ ہے کہ یوروپ ممکنہ طور پر کیا کرسکتا ہے؟ یوروپ کے پاس کیا خاص ہے جو امریکہ کے پاس نہیں؟ جنگ کے خلاف زیادہ مضبوط پوزیشن لے کر اور ٹھوس نتائج سامنے رکھ کر یہ ممکن ہے کہ یوروپی یونین بائیڈن کو ایسی جگہ پر دھکیل سکتی ہے جہاں ان کے پاس نجی طور پر نیتن یاہو کی محض مذمت کرنے یا غزہ کے باشندوں کے لیے ہنگامی طور پر خوراک کی ایئر ڈراپنگ سے زیادہ ٹھوس اقدامات کرنے کے علاوہ کوئی چارہ نہ ہو۔ سب سے پہلا قدم تجارت کے میدان میں اٹھایا جا سکتا ہے۔ یوروپی یونین کے کام کرنے کے لیے یہ ایک فطری میدان ہے، کیونکہ یہ اسرائیل کا سب سے بڑا تجارتی پارٹنر ہے، جو ملک کی تقریباً 30 فیصد بین الاقوامی تجارت کا ذمہ دار ہے۔ گزشتہ مہینہ آئرلینڈ اور اسپین نے درخواست کی تھی کہ اگر اسرائیل یوروپی یونین کے ساتھ تجارتی معاہدے میں طے شدہ انسانی حقوق کی ذمہ داریوں کی خلاف ورزی کر رہا ہے تو یوروپی یونین کمیشن اسرائیل-یوروپی یونین ٹریڈ ایگریمنٹ پر نظر ثانی کرے اور ضرورت پڑنے پر معاہدے کو معطل کر دے۔ اس کے علاوہ یوروپی یونین مغربی کنارہ کے متشدد آبادکاروں پر اسی قسم کی تعزیرات اور سفری پابندیاں عائد کرسکتی ہے جیسا کہ امریکہ، برطانیہ اور فرانس نے حال ہی میں نافذ کی ہیں۔ بلکہ بین الاقوامی عدالت انصاف کے حالیہ فیصلے کی عکاسی کرتے ہوئے اسے اور بھی آگے جانا چاہیے۔

یوروپی یونین کے کچھ ممالک جیسے اسپین، آئرلینڈ اور بلجیم نے حالات کو درست کرنے کی کچھ حد تک کوشش کی ہے۔ یہاں تک کہ اسرائیل کے سب سے مضبوط یوروپی اتحادی جرمنی کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ غزہ میں ہونے والی انسانی تباہی پر بے چین ہے لیکن بے چینی کے اس طرح کے قومی اظہار یوروپی یونین کی اجتماعی ناکامی کو مزید اجاگر کرتے ہیں۔ وہ غیرملکی امدادی کارکنوں کی ہلاکتوں پر مغربی غم و غصے اور فلسطینیوں کے مصائب پر خاموش ردعمل کے درمیان فرق کو واضح کرتے ہیں۔ وہ اس مجموعی تاثر کو مٹانے کے لیے کچھ نہیں کرتے کہ یوروپ کے لیے فلسطینیوں کے مقابلے اسرائیلیوں کے انسانی حقوق اور زندگیاں زیادہ اہمیت رکھتی ہیں۔ یوروپی یونین کی ساکھ کو ناقابل تلافی نقصان ہونے کا خطرہ لاحق ہے۔ یہاں تک کہ غزہ میں ہونے والے قتل عام کو اب بہت سے یوروپی شہری نسل کشی کے طور پر دیکھتے ہیں، لیکن ان کی حکومتیں اس نظریے کی نمائندگی نہیں کر رہی ہیں۔ جنوبی خطہ میں بہت سے لوگوں کے لیے یہ رویہ ناقابل معافی ہے۔

sasalika786@gmail.com

> یوروپی یونین کی ساکھ کو ناقابل تلافی نقصان ہونے کا خطرہ لاحق ہے۔ یہاں تک کہ غزہ میں ہونے والے قتل عام کو اب بہت سے یوروپی شہری نسل کشی کے طور پر دیکھتے ہیں، لیکن ان کی حکومتیں اس نظریے کی نمائندگی نہیں کر رہی ہیں۔ جنوبی خطہ میں بہت سے لوگوں کے لیے یہ رویہ ناقابل معافی ہے۔

چند سکوں کیلئے فرض اور انسانیت بھولتے ڈاکٹر!

ایم اے کنول جعفری

جائزہ

صحت ایک بڑی نعمت ہے، اس لیے مریض کو علاج کی ضرورت پڑتی ہے۔ حالاں کہ پیشے میں ایمانداری اور فرض کی ادائیگی کے لیے اسناد اور ڈگریاں حاصل کرنے والے زیادہ تر ڈاکٹروں کی کہانیاں اور کارنامے پوشیدہ نہیں ہیں، پھر بھی حالات اور مجبوری مریض کو صحت کے ساتھ کھلواڑ کرنے والے ڈاکٹروں کی کلینک پر پہنچا دیتی ہے۔ انہیں دواؤں اور فارمولوں کے بارے میں کچھ زیادہ معلومات تو ہوتی نہیں، یہ نسخہ بھی آدھا ادھورا لکھتے ہیں۔

انڈین کونسل آف میڈیکل ریسرچ (آئی سی ایم آر) کی رپورٹ میں انکشاف کیا گیا ہے کہ 45 فیصد ڈاکٹر نامکمل نسخے لکھ رہے ہیں، جو مریضوں کی صحت کے ساتھ دھوکہ اور فریب ہے۔ او پی ڈی میں مریضوں کی ابتدائی تفتیش کے بعد صلاح دینے والے ڈاکٹر جلدبازی میں انتہائی غفلت برت رہے ہیں۔ ملک کے 13 مشہور اسپتالوں کی سروے رپورٹ کی بنیاد پر مرکزی حکومت اس پر قدغن لگانے کے لیے کوئی سخت قدم اُٹھا سکتی ہے۔ 2019 میں آئی سی ایم آر نے ادویات کے عقلی استعمال کو لے کر ایک ٹاسک فورس تشکیل دی تھی۔ اس کی نگرانی میں اگست 2019 سے اگست 2020 کے دوران دہلی ایمس، صفدر جنگ اسپتال، بھوپال ایمس، بڑودہ میڈیکل کالج، ممبئی جی ایس ایم سی، گریٹر نوئیڈا میں واقع سرکاری میڈیکل کالج اور سی ایم سی ویلور، پی جی آئی چنڈی گڑھ اور اندرا گاندھی میڈیکل کالج پٹنہ وغیرہ اسپتالوں میں سروے کرایا گیا۔ ان میں 7,800 مریضوں کے پرچے لے کر 4,838 نسخوں کا جائزہ لیا گیا۔ 2,171 نسخوں میں خامیاں پائی گئیں۔ حیرانی کی بات یہ ہے کہ ان میں 475 یعنی تقریباً 9.8 فیصد نسخے پوری طرح غلط پائے گئے۔ یہ بات بھی سامنے آئی کہ زیادہ تر مریضوں کو پنٹا پروزول، ریبو پروزول-ڈوم پیری ڈون اور اینزائم دوائیاں لینے کی صلاح دی گئی، جب کہ اُوپری سانس کی نالی کے انفیکشن اور ہائی بلڈ پریشر کے نسخے سب سے زیادہ غلط پائے گئے۔ اتنے پر ہی بس نہیں، یہ نسخے لکھنے والے سبھی ڈاکٹر پوسٹ گریجویٹ ہونے کے علاوہ ماہر امراض ہیں اور پریکٹس کرتے ہوئے 4 سے 18 برس ہو چکے ہیں۔ نسخوں میں دوا کی خوراک، دوا کا دورانیہ، دوا کے اوقات اور دوا کا فارمولہ (تشکیل) وغیرہ کی معلومات مریض کو نہیں دی گئیں۔

ادارہ عالمی صحت (ڈبلیو ایچ او) نے 1985 میں عقلی نسخوں سے متعلق بین الاقوامی رہنما اصولوں کو نافذ کیا تھا۔ اس کے باوجود مریضوں کو 50 فیصد ادویات نامناسب طریقے سے دینے کے خدشات ہیں۔ زیادہ تر مریضوں کو یہ معلوم نہیں ہوتا کہ کون سی دوا کس پریشانی کی وجہ سے دی جا رہی ہے اور اس کا استعمال کب تک کیا جانا ہے؟ طبی پریکٹس میں مریضوں کا علاج اصولوں کی بنیاد پر ہونا چاہیے۔ ہندوستان کے علاوہ پوری دنیا میں طبی قوانین کی پیروی کی جاتی ہے۔ مکمل طور پر غلط پائے گئے نسخوں میں کوئی بھی ہندوستانی قوانین کے مطابق نہیں پایا گیا۔ 475 نسخوں کے تجزیے میں پتہ چلا کہ وہ سب پوری طرح غلط ہیں۔ کچھ امریکہ تو کچھ برطانیہ کی گائیڈ لائن پر مبنی ہیں۔ 64 نسخے امریکن ایسوسی ایشن آف فیملی فزیشین کے رہنما خطوط پر مبنی پائے گئے تو 54 امریکن کالج آف رومیٹولوجی سے متعلق تھے۔ 24 امریکن ہارٹ ایسوسی ایشن کے رہنما اصولوں پر مبنی تھے تو 18 امریکن ڈائے بٹیز ایسوسی ایشن کے رہنما اصولوں پر عمل پیرا تھے۔ 198 دیگر غیر ممالک کی طبی تنظیموں کی رہنما ہدایات پر مبنی تھے۔

پانچ چھ دہائی قبل تک طب کو خدمت خلق کا ذریعہ اور بے حد ایماندارانہ شعبہ تسلیم کیا جاتا تھا۔ اطباء مریضوں کا جی جان سے علاج کرتے تھے۔ حکیموں اور ڈاکٹروں پر بہت بھروسہ ہوتا تھا۔ طبی سہولتیں کم ہونے کے باوجود مریض کے علاج میں کسی طرح کی کوتاہی نہیں کی جاتی تھی۔ مریض کی برابر دیکھ بھال کی جاتی تھی۔ دوا میں تبدیلی کی نوبت آتی تو بروقت تبدیل کی جاتی تھی۔ پیسے نہیں ہونے پر بھی علاج سے منھ نہیں موڑا جاتا تھا۔ لوگ ڈاکٹر کو مسیحا اور بھگوان کا روپ مانتے تھے۔ اسپتال کم تھے، لیکن مریضوں کی سہولیات کا دھیان رکھا جاتا تھا۔ پیشے اور فرض کے مقابلے پیسے کی چاہت اور خود غرضی نہیں تھی۔ آج سب کچھ بدل چکا ہے۔ خدمت کا جذبہ ختم ہو چکا ہے۔ طب کا شعبہ صرف اور صرف پیشہ بنا کر رکھ دیا گیا ہے۔ سرکاری اور بڑے نجی اسپتالوں میں ٹرینڈ اور قابل کمپاؤنڈروں اور نرسوں کی تعیناتی کی جاتی ہے، لیکن چھوٹے اسپتالوں میں ایسا نہیں ہے۔ سرکاری چھوٹے اسپتالوں میں ڈاکٹروں اور اسٹاف کی کمی کا رونا رویا جاتا ہے تو پرائیویٹ اسپتالوں میں نہ ڈاکٹر ہوتے ہیں اور نہ ہی قابل اسٹاف۔ اسپتالوں کے باہر بڑے، قابل، اعلیٰ ڈگری یافتہ اور ماہر امراض ڈاکٹروں کے نام لکھے جانے کا رواج بڑھ گیا ہے، لیکن یہ اسپتال یا چیمبروں میں موجود نہیں ہوتے۔ اسپتالوں میں ضرورت پڑنے پر ان کی خدمات لی جاتی ہیں۔ ان ماہر امراض کو بیمار کے مرض کی صورت حال کے حساب سے ہائر کیا جاتا ہے۔ ہر دو گھنٹے بعد مریض کے بیڈ تک آ کر خیر خبر لینے والے ڈاکٹروں کے ہر راؤنڈ کی فیس مریض کے خرچ میں ڈال دی جاتی ہے۔ مریض کو دوا اسپتال کے میڈیکل اسٹوروں سے پرنٹ ریٹ پر دی جاتی ہے۔ جس کمپنی کی دوائیں لکھی جاتی ہیں، وہ اسپتال کے باہر دستیاب نہیں ہوتیں۔ دستیاب ہوں بھی کیسے؟ باہر کے میڈیکل اسٹوروں کے کیمسٹ ان کمپنیوں کے نام تک سے ناواقف ہوتے ہیں۔ مریض کے لیے پیپر پر جو نسخہ تجویز کیا جاتا ہے، اس کی تحریر آدھی ادھوری ہوتی ہے۔ اُسے اسپتال میں موجود میڈیکل اسٹوروں کے کیمسٹوں کے علاوہ کوئی دوسرا پڑھ ہی نہیں پاتا۔ مریض یا اس کے تیمارداروں کو یہ تک معلوم نہیں ہوتا کہ ڈاکٹر نے کیا دوا لکھی ہے اور کیمسٹ نے انہیں کیا دوا دی ہے؟ کئی مرتبہ ڈاکٹر کسی جانی مانی کمپنی کی دوا لکھ دیتے ہیں تو کیمسٹ اس کا متبادل دے کر اپنے فرض سے سبکدوش ہو جاتا ہے۔ اچھی کمپنی کی دوا میں زیادہ منافع نہیں ہوتا، جب کہ بے نام کمپنی کی دوا میں جان ہو یا نہ ہو، بچت خوب ہوتی ہے۔ کہنا غلط نہیں ہوگا کہ اب اسپتال خدمات کے مراکز نہیں رہ کر لوٹ کھسوٹ اور سودے بازی کے اڈوں کی طرح کام کرنے لگے ہیں۔ آنکھ میں لینس ڈلوانے، گردے، مثانے، پت کی تھیلی یا پیشاب کی نالی میں موجود پتھری نکالنے یا گردہ نکالنے اور لگانے سمیت زیادہ تر امراض میں پیکیج (ٹھیکے) کے نام پر دھندہ شروع ہوگیا ہے۔ اس بنا پر مریض یا تیمارداروں کا ڈاکٹروں کے اُوپر سے بھروسہ مسلسل کم ہوتا جا رہا ہے۔ کئی مرتبہ مریض کی موت ہوجاتی ہے، لیکن تیمارداروں سے پیسے بنانے کے لیے آئی سی یو میں داخل مریض کو دُور سے دکھا کر اپنا اُلو سیدھا کیا جاتا ہے۔ کوئی افاقہ ہوتے نہیں دیکھ مریض کو گھر لے جانے کے اصرار پر ان کے حوالے لاش کی جاتی ہے۔ علاج کے دوران مریض کی موت ہو جانے اور پیسے کم پڑنے کی صورت میں بل ادا ہونے تک لاش اُٹھانے نہیں دی جاتی۔ زیادہ پیسہ وصولنے کے لیے نارمل ڈیلیوری کو سنگین بتا کر بڑا آپریشن کرنا عام ہوگیا ہے۔ قصائی خانوں میں تبدیل کئی اسپتالوں میں جہاں مریض کے ساتھ ہر وقت کھلواڑ ہوتا ہے، وہیں تیمارداروں کو پوری طرح نچوڑنے میں کوئی قباحت محسوس نہیں کی جاتی۔ شہروں، قصبوں اور دیہاتوں میں جہاں تہاں اسپتال اور کلینک چلا رہے ڈاکٹروں میں زیادہ تر جھولا چھاپ ہیں۔ کچھ دنوں کسی ڈاکٹر یا نجی اسپتال میں کمپاؤنڈری سیکھ کر اپنے اسپتال کھولنے والے یہ نام نمود اور ظاہری شان والے ڈاکٹر محکمہ صحت کی نظروں سے بچنے کے لیے اسپتال کے باہر ماہر امراض ڈاکٹروں کے نام اور ڈگریاں لکھ کر فریب کاری کے ذریعہ چاندی کاٹنے میں لگے ہیں۔ حکومت اور وزارت صحت کی جانب سے جاری احکامات و قوانین کے باوجود مریضوں کی صحت سے کھلواڑ جاری ہے۔ موجودہ صورت حال پر قابو پانا ناممکن تو نہیں ہے، لیکن سیاسی پناہ اور اقتصادی قوت کی بنا پر مستقبل قریب میں سُدھار کی گنجائش کم ہی ہے۔

(مضمون نگار سینئر صحافی اور اَدیب ہیں)

jafrikanwal785@gmail.com

> ادارہ عالمی صحت (ڈبلیو ایچ او) نے 1985 میں عقلی نسخوں سے متعلق بین الاقوامی رہنما اصولوں کو نافذ کیا تھا۔ اس کے باوجود مریضوں کو 50 فیصد ادویات نامناسب طریقے سے دینے کے خدشات ہیں۔ زیادہ تر مریضوں کو یہ معلوم نہیں ہوتا کہ کون سی دوا کس پریشانی کی وجہ سے دی جارہی ہے اور اس کا استعمال کب تک کیا جانا ہے؟

اقوال زرّیں

حضرت عثمان غنیؓ

- ☐ تعجب ہے اس پر جو دوزخ کو سچ مانتا ہے، پھر بھی گناہ کرتا ہے۔
- ☐ اللہ تعالیٰ کو ہر وقت اپنے ساتھ سمجھنا افضل ترین ایمان ہے۔
- ☐ اگر تو گناہ پر آمادہ ہے تو ایسی جگہ تلاش کر جہاں خدا نہ ہو۔

روزنامہ راشٹریہ سہارا
ROZNAMA RASHTRIYA SAHARA GORAKHPUR

انتخاب میں کالا دھن

الیکشن کمیشن، ملک کے انتخابی نظام کو بہتر بنانے کا دعویدار ہے اور کہا جارہا ہے کہ گزشتہ کچھ برسوں کے دوران انتخابی نظام میں ایسی اصلاحات کی گئی ہیں جن سے پہلے کے مقابلے میں شفافیت میں اضافہ ہوا ہے لیکن اسی الیکشن کمیشن کے اعداد و شمار بتا رہے ہیں کہ انتخاب میں کالے دھن کا استعمال رکا نہیں ہے بلکہ اس میں ماضی کے مقابلے کئی گنا اضافہ دیکھا جارہا ہے۔ یہ کالا دھن سیاسی جماعتیں اور ان کے امیدوار استعمال کررہے ہیں۔ ایسا نہیں ہے کہ کالے دھن کا استعمال کرنے والی سیاسی جماعتیں اس کے مضر اثرات سے واقف نہیں ہیں بلکہ وہ یہ اچھی طرح سمجھتی ہیں کہ کالا دھن ٹیکس حکام سے چھپائی گئی وہ کالی آمدنی، غیر قانونی اور غیر منظم معیشت ہے جو ملک کی عمومی معیشت کے متوازی چل کر ملک کے مالیاتی نظام کو تباہ کرتا ہے، کالا دھن زیر زمین معیشت بناتا ہے جس سے قومی آمدنی اور جی ڈی پی سے متعلق اعداد و شمار کا درست اندازہ لگانا مشکل ہو جاتا ہے اور معیشت کی غلط تصویر ابھرتی ہے، جرائم اور بدعنوانی کو فروغ ملتا ہے۔ سیاسی پارٹیاں اسے اپنا انتخابی ایشو بھی بناتی ہیں خود ہمارے وزیراعظم نریندر مودی کالا دھن کے خلاف ہمیشہ تیغ بے نیام رہتے ہیں، 2014 میں تو انہوں نے غیر ملکوں سے کالا دھن واپس لا کر ہر ہندوستانی کو یوں ہی مفت میں 2-2 لاکھ روپے دینے کا وعدہ بھی کیا تھا لیکن شومئی قسمت کہ اب تک نہ کالا دھن واپس آیا اور نہ حکومت یہ بتا پائی کہ ملک میں کتنا کالا دھن ہے۔

اس کے برخلاف الیکشن کمیشن نے بتایا ہے کہ یکم مارچ سے 13 اپریل 2024 تک یومیہ 100 کروڑ روپے کی مالیت بشمول نقدی ضبط کی جارہی ہے۔ لوک سبھا انتخاب کیلئے پولنگ شروع ہونے سے پہلے ہی 4650 کروڑ روپے کی ضبطی ہوچکی ہے۔ اس ضبطی میں 395 کروڑ روپے کی نقدی، 489 کروڑ روپے کی شراب، 2068 کروڑ روپے کی منشیات، 562 کروڑ روپے کی سونا اور چاندی جیسی دھاتیں اور 1142 کروڑ روپے کے تحائف شامل ہیں۔ ملک کی 75 سالہ تاریخ میں پہلی بار اتنی بھاری غیر قانونی مالیت کے مال و اسباب اور نقدی ضبط کی گئی ہے۔ 2019 کے لوک سبھا انتخابات کے دوران کل 3,475 کروڑ روپے ضبط کیے گئے تھے۔

تمل ناڈو میں سب سے زیادہ 53 کروڑ روپے، تلنگانہ میں 49 کروڑ روپے، مہاراشٹر میں 40 کروڑ روپے اور کرناٹک و راجستھان میں 35-35 کروڑ روپے سے زیادہ کی رقم ضبط کی گئی ہے۔ تمل ناڈو، مہاراشٹر، آندھرا پردیش، راجستھان اور آسام سونا، چاندی اور اسی طرح کی مہنگی دھاتوں کی ضبطی میں ٹاپ-5 میں ہیں۔ ووٹروں میں تحائف تقسیم کرنے کے معاملے میں اگر ہم ملک کی ٹاپ 10 ریاستوں کی بات کریں تو راجستھان پہلے، مغربی بنگال دوسرے اور مہاراشٹر تیسرے نمبر پر ہے۔ ان کے بعد کرناٹک، بہار، گجرات، اوڈیشہ، مدھیہ پردیش، تمل ناڈو اور چھتیس گڑھ ہیں۔ جہاں سے الیکشن کمیشن کی ٹیموں نے فری بیز کے نام پر سب سے زیادہ تحائف ضبط کیے ہیں۔

یہ اعداد و شمار بتا رہے ہیں کہ ملک میں کالے دھن کا استعمال کتنی تیزی سے بڑھ رہا ہے۔ کالا دھن ختم کر کے ملک کی معیشت کو مستحکم بنانے کی دعویدار سیاسی جماعتیں ہی اس استعمال میں پیش پیش ہیں۔ یہ صورتحال انتہائی تشویش ناک ہے، اس سے نہ صرف انتخاب سے جڑے کئی سوالات سامنے آتے ہیں بلکہ پورا انتخابی نظام سوالیہ نشان کے دائرہ میں آ جا رہا ہے۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ اتنی بھاری تعداد اور مقدار میں کالا دھن کہاں سے آرہا ہے؟ یہ صاف طور پر ہمارے موجودہ نظام سے پیدا ہونے والے اس بے حساب کالے دھن کا ہی ایک حصہ ہے جو سیاسی سرپرستی میں اکٹھا کیا گیا ہے تاکہ سیاسی اور انتخابی عمل کے دوران اس کا استعمال کیا جاسکے۔ سیاسی جماعتیں اور امیدوار اس کالے دھن کو ووٹ خریدنے کیلئے استعمال بھی کررہے ہیں۔ یعنی حکومت سازی میں ووٹ، انتخاب اور انتخابی عمل کا سارا محور آج یہی کالا دھن بنا ہوا ہے۔

ہرچند کہ الیکشن کمیشن نے 2010 سے انتخابی اخراجات کی حد بھی مقرر کر رکھی ہے لیکن سیاسی جماعتیں اس کی پابندی کرتی ہوئی نظر نہیں آتیں، اگر وہ اپنے اخراجات کمیشن کی مقررہ حد کے اندر رکھتیں تو کالے دھن کا یہ مکروہ منظر سامنے نہیں آ پاتا۔ اسے مقام حیرت ہی کہا جائے گا کہ ملک کی معیشت کو مستحکم کرنے، کالا دھن ختم کر کے بدعنوانی کو کچلنے کا دعویٰ کرنے والی سیاسی جماعتیں اور ان کے امیدوار خود ہی پیسہ کے زور پر لوگوں سے ووٹ کے خواہش مند ہیں۔ اب یہ فیصلہ عوام کو کرنا ہے کہ انہیں کالا دھن اور جرائم و بدعنوانی سے پاک معاشرہ چاہیے یا پھر ایسی حکومت جس کی سرپرستی میں ہندوستان کی معیشت کو کالا دھن کا گھن لگا ہوا ہو۔

edit2sahara@gmail.com

مراسلہ نگار کی رائے سے مدیر کا متفق ہونا ضروری نہیں

غزہ: تاریخ کی بڑی جنگ

مکرمی!

تاریخ میں بڑے بڑے معرے ہوئے ہیں، لیکن عصر حاضر میں طوفان الاقصیٰ نامی چھ ماہ سے جاری معرکہ ایک خاص اہمیت کا حامل ہے اور رب العالمین ہی بہتر جانتے ہیں کہ کب تک جاری رہے گا، اسی کے حکم سے دشمن کی کمر ٹوٹے گی اور اس کا غرور خاک میں ملے گا۔

بہرحال اس وقت اس کرۂ ارض پر بحیرہ روم کے کنارے آباد تنگ سی غزہ نامی پٹی کے سوا ساری دنیا سامراج کے زیر اقتدار و زیر اثر بلکہ محکوم ہے۔ مکمل تباہی اور بھوک کے باوجود اہل غزہ میں مایوسی نام کو نہیں، اسرائیلی بموں اور توپوں کے دھماکوں کے درمیان استقبال رمضان کیلئے بچوں نے اپنے خیموں کو برقی قمقموں سے سجایا اور عیدالفطر کی تیاری بھی اسی جوش و خروش کے ساتھ کی، رمضان کے آخری عشرے کی تاریک راتوں میں سارا غزہ تلاوت قرآن پاک سے گونجتا رہا، جن کے اسلاف تلواروں کے سائے میں سجدے کیا کرتے تھے، ان کے اخلاف نے بھی بموں کی بارش تلے نماز تراویح ادا کی۔ غزہ میں سحر و افطار کی بھی اپنی امتیازی شان رہی، جنگلی گھاس سے بنی چٹنی کے ساتھ روٹی کے دو نوالوں کی سحری اور افطار میں گھاس کا سوپ۔ اور سوپ کو خوش ذائقہ بنانے کے لیے اس پر چند قطرے لیموں کے چھڑک لیے۔ آب نوشی کے ذخائر یا تو تباہ ہوگئے یا بارود کی آمیزش کی بو سے بدبودار ہیں۔ چنانچہ نالوں اور جوہڑوں کے پانی کو چھان کر پینے کے قابل بنایا گیا۔ طاقت کی نفسیات آج بھی وہی ہے جو صدیوں پہلے تھی۔ ماضی میں بادشاہ ایک تماشہ گاہ میں اپنے غلاموں کو کئی دن بھوکے درندوں کے سامنے پھینک دیتے اور اپنے لیے تفریح طبع کا سامان کرتے تھے۔ آج کا فلسطین اس تماشہ گاہ سے کسی طرح کم نہیں۔ اس تھیٹر میں عالمی قوتوں نے عام فلسطینیوں پر اسرائیلی بھیڑیوں کو چھوڑ دیا ہے اور خود تماشہ دیکھ رہے ہیں۔ ان کی بے حسی کا یہ عالم ہے کہ کوئی جنگ بندی کی کوشش کرتا ہے تو اس کا ہاتھ روک دیتے ہیں، پوری انسانیت اس صورت حال پر دل گرفتہ ہے کہ اس آتش کدے کو کیسے بجھایا جائے؟ جس کا ایندھن عام انسان ہیں۔ اس بار رمضان المبارک اور پھر عید ایسے موقع پر آئی ہے، جب کہ امت مسلمہ کے بدن کا ایک حصہ چھلنی ہے، غزہ میں درندوں کے ہاتھوں چھ ماہ سے جاری قتل عام اور نسل کشی پر عالمی طاقتیں تو ویسے بھی خاموش تماشائی ہیں مگر مسلم کا لیبل لگانے والے ممالک کو اس سے کوئی فرق نہیں پڑا ہے، ہر جگہ وہی موج مستی، خوشیوں کے شادیانے اور رقص و سرور کی محفلیں جمی ہوئی ہیں۔ گویا کچھ ہوا ہی نہ ہو۔ جب کہ امت محمدیہؐ کے افضل ترین افراد کو صہیونی گاجر مولی کی طرح کاٹ رہا ہے۔ باقی چالیس ہزار سے زائد جو فلسطینی شہید اور لاپتہ ہو چکے ہیں، وہ گویا اس امت کے وجود کا حصہ ہی نہیں ہیں۔ خاص کر خلیجی اور عرب ممالک نے بے حسی کی جو چادر اوڑھ رکھی ہے، اسے شاید کوئی بڑا طوفان ہی ہٹائے گا۔ مسلم ممالک کے عوام کی اکثریت کو بھی کوئی فکر نہیں ہے، بیشتر تو فلسطینی قضیہ کے حوالے سے کچھ جانتے ہی نہیں ہیں، اس لیے عوامی سطح پر عید کی روایتی خوشیوں میں کچھ کمی تو کیا دکھائی دیتی، بعض عرب ممالک میں انٹرٹینمنٹ کے نت نئے پروگرام چل رہے ہیں اور اس میں لوگوں کا سمندر دکھائی دے رہا ہے، حالانکہ ان عربوں کی ہی بغل میں ان کے بھائی کٹ رہے ہیں اور روزانہ سیکڑوں لاشیں اٹھا اٹھا کر تھک چکے ہیں۔ لیکن پڑوسیوں کو کوئی فکر ہی نہیں۔ وہ یہ سمجھنے سے قاصر ہیں کہ یہ آگ ان کے آنگن کا بھی رخ کر کے سب کچھ خاکستر کرسکتی ہے۔ جن حالات سے آج غزہ والے دوچار ہیں، خدانخواستہ کل کو ہم پر بھی ایسے حالات آسکتے ہیں، جہاں شہنائی بجتی ہے وہاں ماتم بھی ہوسکتا ہے۔ افسوس! ہمارا مجموعی رویہ غیروں سے ذرا بھی مختلف نہیں، اگر غزہ کے چودہ ہزار بچوں کی لاشیں بھی ہمارے ماتھے پر شکن نہیں لاسکتیں تو یقین مانیں کہ ایسے مسلمانوں کو مسلمان کہلانے کا کوئی حق نہیں۔

مولانا غیاث الدین دھام پوری - محلّہ بندوقچیان، دھام پور (بجنور)

نوٹ: اداراتی صفحے پر شائع مضامین میں مضمون نگاروں کے ذریعہ ظاہر کی گئی آرا ان کی ذاتی ہیں اور ادارہ اس کیلئے کسی طرح سے ذمہ دار نہیں ہے۔

ایک اک وعدے کو میزان میں رکھ کر تولیں
جو سہی بات ہے میدان میں آ کر بولیں
سوتے رہنے سے کوئی بات نہیں بن سکتی
کل کو پچھتانے سے بہتر ہے کہ آنکھیں کھولیں

جگر نوگانوی

سہارا انڈیا ماس کمیونی کیشن کیلئے پرنٹر و پبلشر **ضیاء قادری** نے سہارا انڈیا ماس کمیونی کیشن پریس، راشٹریہ سہارا کمپلیکس، پارک روڈ گورکھپور میں چھپوا کر شائع کیا۔
Published & Printed by **Zia Qadree** on behalf of **Sahara india Mas Communication** and Printed at **Sahara india Mass Communication** Press. Rashtriya Sahara Park Road, Gorakhpur and Published from Rashtriya Sahara Park Road, Gorakhpur
Editor & Group Editor: **Abdul Majid Nizami** (editor.nizami@gmail.com) ***ایڈیٹر اینڈ گروپ ایڈیٹر: عبدالماجد نظامی**
For Editorial/News: gkpsaharaurdu@gmail.com, editor. saharaurdumedia@sahara.in ■ **Advertesment (National)**: ■ 9891773434,9899452476, **Email : adsahara@gmail.com**
www.roznamasahara.com 0551- 3062427: شعبہ اشتہارات 0551-3062415,3062416: سرکولیشن - Email: gkpsaharaurdu@gmail.com ۔ 0551-2202362, 3062400 :ٹیلی فون گورکھپور
اس شمارہ میں شامل شائع شدہ تمام خبروں کے انتخاب اور ایڈیٹنگ کیلئے ذمہ دار * R.N.I. NO- UPURD/2002/6747 Roznama Rashtriya Sahara (Gorakhpur) شمارہ نمبر: 8821 سال: 23
روزنامہ راشٹریہ سہارا
○ حب الوطنی ○ فرض شناسی ○ ایثار
ہمیں فخر ہے کہ ہم ہندوستانی ہیں